بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

محرم کی اشاعت میں جماعت اسلامی کی تشکیل کا جو نقشہ پیش کیا گیا تھا اس کو دیکھ کر بہت سے اللہ کے بندوں نے ایسی ایک جماعت میں شامل ہونے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا، بلکہ ہندوستان کے مختلف حصوں سے مقامی جماعتیں بننے کی اطلاعیں بھی آنی شروع ہو گئی تھیں۔ پھر صفر کی اشاعت میں درخواست کی گئی کہ جو لوگ اس نقشہ پر کام کرنا پسند کرتے ہیں وہ براہ کرم ہم کو اطلاع دیں تاکہ ان کے درمیان ربط پیدا کرنے کی کوئی صورت نکالی جا سکے۔ اس کے جواب میں بہت سے وہ لوگ بھی گویا ہوئے جو دل میں ارادہ رکھتے تھے مگر اب تک خاموش تھے۔ اس طرح وسط ماہ اگست تک تقریباً ڈیڑھ سو اصحاب کی فہرست تیار ہو گئی پھر یہ مناسب سمجھا گیا کہ ۲۵ اگست کو لاہور میں ان اصحاب کا ایک اجتماع عام منعقد کر لیا جائے۔ چنانچہ اجتماع کی دعوت دے دی گئی۔ تاریخ مقررہ پر ۷۵ اصحاب تشریف لائے، جن میں سے بعض اپنی مقامی جماعتوں کے نمائندہ مختار تھے، اور بعض انفرادی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ چار روز تک مشاورت جاری رہی۔ جماعتی تشکیل کا جو ابتدائی خاکہ محرم کے پرچہ میں شائع کیا گیا تھا اس پر غور کیا گیا اور باہمی مشورہ سے بالاتفاق ایک دستور جماعت مرتب ہوا جو اس اشاعت میں درج کیا جا رہا ہے۔ پھر تمام اصحاب نے دستور کے مطابق پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ کلمۂ شہادت ادا کیا اور جماعتی نظم کے ساتھ اسلامی نصب العین کے لئے جدوجہد کرنے کا عہد کیا۔ پھر آئندہ کام کے متعلق ایک پروگرام بھی طے ہو گیا جس پر توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ سب مراحل خدا کے فضل سے بخوبی طے ہو گئے۔ اب آئندہ مراحل کی کامیابی رفقاء کے خلوص نیت اور اللہ کی توفیق پر منحصر ہے۔

دستور جماعت کے بارے میں چند کلمات بطور تشریح عرض کرنے ضروری ہیں۔ اگرچہ دستور کو پڑھ کر ہر شخص خود ہی اس جماعت کی نوعیت اور اس کی ترکیب اور اس کے مقصد کے متعلق بآسانی رائے قائم کر سکتا ہے تاہم بعض امور ایسے ہیں جن کی توضیح دستور میں نہ کی جا سکتی تھی، لہٰذا یہاں ان کو بیان کر دیا جاتا ہے۔

اس دستور کی بنیاد جس خیال پر رکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے کسی ایک جزء کو، یا مسلمانوں کے دنیوی مقاصد میں سے کسی مقصد کو لے کر نہ اٹھیں بلکہ اصل اسلام اور پورے اسلام کو لے کر اٹھیں جس مقصد کے لئے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے وہی ہمارا مقصد ہو۔ جس چیز کی طرف انہوں نے دعوت دی اُسی کی طرف ہم دعوت دیں۔ جس طرز پر وہ ایمان لانے والوں کی جماعت بناتے تھے اسی طرز پر ہم جماعت بنائیں، جو نظام جماعت اُن کا تھا وہی ہمارا ہو، جن ضوابط کو وہ اپنی جماعت میں نافذ کرتے تھے انہی کو ہم بلا کسی کمی و بیشی کے نافذ کریں، اور جس طریقہ سے وہ اپنے نصب العین کے لیے سعی و جہد کرتے تھے اسی طریقہ سے ہم جدوجہد کریں۔ غرض یہ کہ ہماری یہ تحریک ذرہ برابر نہ اسلام سے کم کسی چیز پر مشتمل ہو اور نہ اُس سے زائد، بلکہ پورے کے پورے اسلام ہی کو ہم اپنی تحریک بنا لیں۔ اسی لیے ہم اُس جماعت کو جو اس دستور پر بنی ہے "جماعتِ اسلامی" کہتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ، نصب العین، نظام جماعت، اور طریق کار بعینہٖ وہی ہے جو اسلامی جماعت کا رہا ہے۔

قریبی دور میں مسلمانوں میں جو تحریکیں اٹھی ہیں ان میں چار اصولی خرابیاں تھیں۔ ایک یہ کہ اُن میں نفس اسلام کو بنائے حرکت نہیں ٹھہرایا گیا تھا بلکہ ان کے اندر بنائے حرکت یا تو اسلام کا کوئی ایک جزء رہتا جس سے محرکین کو خاص دلچسپی تھی، یا مسلمانوں کا کوئی دنیوی مقصد تھا جسے براہ راست اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ ان کا نظام جماعت بے کم و کاست اسلامی طرز کا نہ تھا بلکہ مختلف غیر مسلم جماعتوں کے نظام ترکیبی کی نقل کی گئی تھی۔ تیسرے یہ کہ ان میں تمام عرفی مسلمانوں کو حقیقی معنی میں مسلمان سمجھ کر ہر قسم کے رطب و یابس آدمی بھر لئے گئے جن کی سیرتوں پر ہرگز وہ اعتماد نہ کیا جا سکتا تھا جس کا ایک حقیقی مسلمان مستحق

ہوتا ہے، اور یہی چیز آخر کار ان تحریکوں کی ناکامی کا سبب بنی، کیونکہ عام ارکان سے لے کر کارکنوں اور لیڈروں تک کم ہی آدمی ایسے تھے جو اعتماد کے لائق ہوں۔ چوتھے یہ کہ ان کی دعوت عام نہ تھی، صرف پیدائشی مسلمانوں تک محدود تھی، اور غیر مسلموں کے لئے صرف یہی نہیں کہ ان میں کوئی کشش نہ تھی بلکہ بالفعل ان میں سے اکثر میں غیر مسلموں کو اسلام سے اور زیادہ دور بھگا دینے کا سامان موجود تھا۔

ہم نے ان چاروں خرابیوں سے بچنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ یہاں عین اسلام ہی کو بنائے حرکت بنایا گیا ہے۔ نظام جماعت بے کم و کاست وہی کا وہی لیا گیا ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا تھا۔ جماعتی ضوابط ایسے رکھے گئے ہیں کہ مسلمانوں کی قوم میں سے صرف وہ صالح عنصر چھٹ کر جماعت میں آئے جو حقیقت میں ایمان و عمل صالح کی دولت رکھتا ہو۔ اور جماعت کی دعوت محض پیدائشی مسلمانوں تک محدود نہیں رکھی گئی ہے بلکہ تمام روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کے لئے عام ہے، آدم کا جو بیٹا اور جو بیٹی توحید اللہ کا اعتقاد، محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع، حکومت الٰہیہ کا نصب العین اور ضابطۂ شریعت کی پابندی قبول کرلے اس کے لئے جماعت اسلامی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

"جماعتِ اسلامی" کے نام سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس جماعت سے باہر جو لوگ ہیں ان کو ہم غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہ نام جس وجہ سے اختیار کیا ہے وہ اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس جماعت کے مسلک میں نہ اسلام سے کم کوئی چیز ہو نہ اس سے زائد، جس کا عقیدہ وہی ہو جو اسلام کا ہے، نصب العین وہی ہو جو اسلام نے پیش کیا ہے، نظام جماعت وہی ہو جس کا نقشہ کتاب و سنت میں ملتا ہے، اور کام کا ڈھنگ وہی ہو جو انبیاء نے سکھایا ہے، اس کے لئے آخر جماعت اسلامی کے سوا اور کیا نام ہو سکتا ہے۔ مگر ہم ہرگز یہ فرض نہیں کرتے اور ایسا فرض کرنے کا ہم کو حق نہیں ہے کہ ایمان بس اسی جماعت کے اندر منحصر ہے اور اس کے باہر جو لوگ ہیں وہ مومن نہیں ہیں۔ بلکہ اگر کوئی اس جماعت کی مخالفت کرے تب بھی مجرد اس کی مخالفت کی بنا پر ہم اس کو غیر مومن نہیں کہہ سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں ایمان اس جماعت کے اندر ہی منحصر ہوتا تھا جو انبیاء کی قیادت میں بنتی تھی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ انبیاء کے بعد ان کے خلفاء کے عہد میں جب تک اصل جماعت کا نظام

برقرار رہا، اُس سے علیحدہ رہنے کے معنی اسلام سے علیحدگی ہی کے تھے جیسا کہ صریح طور پر نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ لیکن بہت بڑا فرق ہے اُس جماعت میں جو ابتداءً نبی کی زیر قیادت بنی ہو اور اُس جماعت میں جو ابتدائی نظام جماعت کے درہم برہم ہوجانے کے بعد دوبارہ اس کی تجدید کے لئے کوشش کرے۔ پہلی جماعت دنیا میں صرف ایک ہی ہوگی اور اس کے باہر کفر ہوگا، مگر دوسری قسم کی جماعتیں دنیا میں بہت سی ہوسکتی ہیں اور اُن میں سے کسی جماعت میں شامل نہ ہونے کے اسباب کفر و نفاق کے سوا اور بھی ہوتے ممکن ہیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص ہم سے زیادہ صاحبِ ایمان ہو اور وہ نیک نیتی کے ساتھ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہماری مخالفت کرے۔ اپنی حد تک ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ اپنے مسلک اور طریق کار کو عین اسلام کے مطابق رکھیں تاکہ کسی شخص صالح و مومن کے لئے ہم سے علیحدہ رہنے کی کوئی وجہ نہ ہو اور اس طرح تمام اہل ایمان آخر کار ایک ہی نظام میں منسلک ہوسکیں۔ لیکن اپنی اس آرزو کو ایک حاصل شدہ واقعہ فرض کرکے ہم ہرگز فتنہ میں نہ پڑیں گے۔ ہم کو بہرحال مسلمانوں میں ایک فرقہ بننے سے بچنا ہے اور اُس غلو سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں جو ہمیں خیر کے بجائے شر کا خادم بنادے۔

ہمارے نصب العین میں محض لفظ "حکومت" کو دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے سیاسی اقتدار کو اپنا مقصود بنایا ہے اور اسلام کو بالکل ایک سیاسی چیز بنا کر رکھ دیا ہے، حالانکہ دراصل زمین و آسمان کا فرق ہے مجرد حکومت میں اور اُس حکومت الٰہیہ میں جس کو ہم اپنا نصب العین کہتے ہیں۔ "حکومت الٰہیہ کے قیام" سے ہماری مراد بعینہٖ وہی ہے جو لیظھرہٗ علی الدین کلہ سے قرآن کی مراد ہے، اور یہ ہمارا خود ساختہ نصب العین نہیں ہے بلکہ اللہ نے اسی کو اپنے نبی کی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔ اگر اس چیز کو اپنی سعی و جہد کا مقصود بنانے پر کوئی ہمیں الزام دینا چاہتا ہے تو وہ خود ہی سوچ لے کہ وہ کس کو الزام دے رہا ہے۔

قرآن کے مطالعہ سے ہم نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کا پورا نظام "اسلام" یعنی اللہ تعالیٰ

کی اطاعت پر قائم ہے۔ اس نظام کے اندر انسان جس کو طاعت و عصیان کا اختیار دیا گیا ہے، اگر اپنے دائرۂ اختیار کی حد تک اللہ کی اطاعت سے آزاد ہو جائے اور اپنے نفس کا حکم یا کسی اور کا حکم ماننے لگے تو یہ نہ صرف حق کے خلاف ہے، نہ صرف فطرت کائنات اور فطرت انسانی کے خلاف ہے، بلکہ اس کا لازمی نتیجہ فتنہ و فساد ہے، کیونکہ اللہ کے سوا کائنات کے کسی جزء میں کسی حیثیت سے بھی کسی دوسرے کا حکم چلنا نظام کائنات کی اُس ہم آہنگی کی ضد واقع ہو جاتا ہے جو اقتدار اعلیٰ کی وحدت پر قائم کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو مٹانا چاہتا ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ انسان جس طرح غیر شعوری طور پر مسلم ہے اُسی طرح شعوری طور پر بھی اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرکے اور اس کے امر تشریعی کی ماتحتی قبول کرکے مسلم ہو جائے۔ اسی چیز کا نام "الاسلام" اور "الدین" ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ لیکن اللہ اس کام کو اپنی قدرت قاہرہ کے زور سے جبراً نہیں کرتا، بلکہ انبیاء کے ذریعہ سے انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ تم الدین اور الاسلام کو اختیار کرو۔ پھر انسانوں میں سے جو لوگ اسے اختیار کرلیں اُن کو وہ اپنی پارٹی بناتا ہے اور اس بات پر مامور کرتا ہے کہ پہلے تو تم فتنے کو مٹاؤ، یعنی میری زمین میں میرے سوا جس کا حکم چل رہا ہے اس کی حکمرانی کا خاتمہ کر دو، پھر اس بات کی کوشش کرو کہ سب انسان الدین اور الاسلام کو اختیار کرلیں۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ، اور هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ پس دراصل غیر الٰہی اقتدار کے فتنے کو مٹانا اور انسانی زندگی کے اختیاری حصّہ میں اللہ کی حکومت قائم کرنا تو عین مقصد بعثت انبیاء ہے اور اللہ کے حکم سے انبیاء کرام نے جہاں بھی جماعت اسلامی بنائی ہے، اس کا مقصد وحید یہی رہا ہے۔ اس مقصد کو سن کر اگر لوگ چونکتے ہیں تو بجز اس کے کہ ہم قرآن کے علم سے ایسے لوگوں کی محرومی پر ماتم کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

رہا بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اس نصب العین میں روحانیت کے بجائے مادیت ہے، تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ دراصل روحانیت کے اسلامی تصور کے بجائے کسی جاہلی تصور میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اسلام میں روحانیت کا کوئی تصور قرب خداوندی کے سوا نہیں ہے۔ اور خدا سے قرب کی اس سے بڑھ کر کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی کہ ایک مشن میں انسان اور خدا دونوں ایک دوسرے کے رفیق کار اور ساتھی ہوں۔ نمازمیں، روزے میں اور تمام عبادات و معاملات میں تو بندہ عبد ہے اور خدا معبود۔ مگر قیام حکومت الٰہیہ کی جدوجہد میں عبد کو یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ وہ معبود کا رفیق بن جاتا ہے، معبود اس کا مددگار ہوتا ہے، اور وہ معبود کا مددگار۔ کیا بندے کے لئے اس سے بڑھ کر بھی روحانی ترقی و عروج کے کسی مرتبے کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الناس مومن مجاھد بنفسہٖ و مالہٖ فی سبیل اللہ۔ پس ہمارے نزدیک تو یہ بات علم دین کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ جو چیز کمال روحانیت بلکہ بلند ترین مرتبۂ روحانیت کی طرف لے جانے والی ہے اس میں کسی کو مادیت کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔

طبقات کی جو تقسیم دستور میں کی گئی ہے وہ بظاہر ایک جنبی چیز معلوم ہو گی اور شاید اعتراض کیا جائے کہ یہ چیز تم نے خود ایجاد کی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ دور نبوت میں اس چیز کا نشان ملتا ہے، اور خود قرآن میں اس کی طرف صریح اشارات موجود ہیں۔ مثلاً ایک وہ گروہ ہے جس کے متعلق فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (اہل ایمان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو سچا کر دکھایا)۔ یہ لوگ ہر قربانی کے لئے مستعد تھے، ہر پکار پر لبیک کہتے تھے، اور جس حق پر ایمان لائے تھے اس کی خاطر کوئی چوٹ کھانے اور کوئی مشقت برداشت کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس کے متعلق فرمایا لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ

وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ...... وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔ یہ وہ لوگ تھے جو دل سے تو سچے خیر خواہ تھے اور دل میں تمنا بھی رکھتے تھے کہ راہ خدا میں جانفشانی دکھائیں، مگر اپنے حالات سے واقعی مجبور تھے۔ تیسرا گروہ وہ ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ وہ لوگ تھے جو ایمان رکھتے تھے، ایمان کے کم سے کم مقتضیات کو پورا بھی کرتے تھے مگر محض ضعف ایمانی کی وجہ سے راہ خدا میں کوئی بڑی چوٹ سہنے اور کسی بڑے نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت نہ کر سکتے تھے۔

یہاں تمام آیات کا استقصا مقصود نہیں ہے، صرف یہ بتانا ہے کہ طبقات کی یہ تقسیم کتاب و سنت ہی کے اشارات سے ماخوذ ہے اور اس کو موجودہ حالات پر کافی غور و خوض کے ساتھ منطبق کیا گیا ہے۔ ان مختلف طبقوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ اس طرح ہر طبقہ اپنے حدود کو پہچان کر اپنے دائرۂ عمل میں کام کرے گا، اور ایک طبقہ کی کمزوریاں دوسرے طبقہ کے لئے بندِ پا نہ بن سکیں گی۔ ان کو خلط ملط کر دینے میں یہ اندیشہ ہے کہ ضعفا اپنی مصلحتوں کی خاطر نہ خود کوئی بڑا کام کر سکیں گے اور نہ دوسروں کو کرنے دیں گے۔